مترجم: پروفیسر وائی ایس طاہر علی

مقالہ نگار ڈاکٹر داؤد پوتا مرحوم

[(و)] پیری یا کہن سالی

(دسویں قسط)

باایں ہمہ یہ ملحوظ رہے کہ ایرانی طرزِ معاشرت اور ایرانی ثقافت کا طفیل تھا کہ جس کی وجہ سے عہد عباسی کے شعراء نے ان نادر تشبیہات کو اپنے اشعار میں استعمال کرنا شروع کیا۔ قدیم عربی شعراء کے کلام میں ان تشبیہات کا وجود مشکل سے ملتا ہے۔ اس بات کی وضاحت اُن چیزوں سے ہو جاتی ہے جن سے عرب شعراء نے محبوبہ کی انگلیوں کی تشبیہہ دی ہے مثال کے طور پر امراؤ القیس نے اپنی محبوبہ کی انگلیوں کو ظبی کے سرخ سروں والے کیڑوں سے اور اسحل درخت کے مسواک سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اُن میں لچک اور نرمی پائی جاتی ہے۔ یہ سب تشبیہات کتنی ہی برمحل اور بامعنی کیوں نہ ہوں وہ عباسی عہد کے شعراء کے مذاق کے مطابق نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بیشتر تعداد شہروں میں سکونت پذیر تھیں لہٰذا شہر کی زندگی کی باتیں جنگل اور صحراؤں میں کہاں مل سکتی ہیں۔ انہوں نے عورتوں کی انگلیوں کو چاندی کے تاروں سے یا موتیوں کی لڑیوں سے جن پر عقیق اور عنابی رنگ کے لعل و جواہر لگے ہوں یا قاقم و سمور کی دم سے تشبیہ دی ہے[۲]۔

---

[۱] ان تشبیہات کی مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو العمدہ جلد ا ص ۲۰۴ جہاں ابن المعتز اور ابن الرومی کے اشعار دئیے ہوئے ہیں نیز ابو المؤید بلخی کے اشعار بھی ملاحظہ ہوں (لباب جلد ۲ سطور ۱۸ تا ۲۲)

[۲] عنصری کے اشعار ملاحظہ کیجئے (ہو آرٹ: انیس ص ۸) نیز کسائی کے اشعار دیکھئے (لباب جلد ۲ ص ۳۶ سطور ۲۲ تا ۲۱)

ان تمام تشبیہات کا تعلق حسن تعبیر اور لطافت بیان سے ہے لہٰذا ان پر مزید بحث و تمحیص سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اب ہم ان ہمدوش عبارتوں کو بیان کریں گے جو صحیح معنی میں شاعر کے دل کی آواز ہے اور وہ کہتے ہیں کہ بے ہنگم سہی پھر بھی اُن میں عشق و محبت کا فلسفہ بھرا پڑا ہے۔

(۱) ہجر کی شب دراز

عاشقِ زار کو شب ہجر و فراق اتنی دراز معلوم ہوتی ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ اس کی نظر میں تمام اجرام فلکی اپنی جگہ پر ساکن ہیں۔ شفق کی گلگونی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دن رات محبوبہ کی یاد اسے تڑپاتی ہے۔ امرؤالقیس نے ایسی رات کا ذکر کیا ہے۔[۱]

---

[۱] AHLWARDT: دواوین۔ ص۱۳۸۔

کئی عرب شعراء نے رات کا وصف ان ہی الفاظ میں کیا ہے ہم یہاں متنبی کے چند اشعار پر اکتفا کرتے ہیں (ابانہ ص۱۲)

من بعد ما کان لیلی لا صباح لہ   کان اول یوم الحشر اخرہ

(ذان بعد میری رات ختم نہیں ہوگی اس کا آخری حصہ گویا قیامت کے دن کا پہلا حصہ معلوم ہوتا ہے)

مصنف ابانہ کی رائے میں یہ شعر محمد بن ہاشم العبیدی کے شعر کی نقالی ہے:

سہرتُ لیلی فنوم العین متبول   کأن لیلی بیوم الحشر موصول

(میں نے ساری رات جاگ کر گذاری کیونکہ میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی میری رات تو قیامت کے دن سے ملی ہوئی تھی)

شب دیجور کے وصف میں انوری کے اشعار انہی عربی اشعار کی گونج معلوم ہوتے ہیں:

شبی گذاشتہ ام دوش درغم دلبر   بران صفت کہ نہ صبحش پدید بدنہ سحر

(میں نے اپنے محبوب کے فراق میں ایک رات ایسی گذاری کہ جس کی نہ صبح تھی اور نہ سحر تھی)

چنان شبی بدرازی کہ گفتی ہر دم   سپہر باز نزاید ہمی شبی دیگر

(وہ رات اتنی لمبی تھی کہ تم ہر وقت یہی کہا کرتے کہ اب گردش فلک ایسی رات نہیں دکھلائے گی)

ذیل کے اشعار میں انوری نے متنبی کے مشہور شعر کے الفاظ " أُحاد أم سداس " نبھائے ہیں:

احاد ام سداس فی احاد   لییلتنا المنوطة بالتناد

ألا أیها اللیل الطویل الا انجلی بصبح وما الاصباح منک بأمثل

(اے شبِ دراز! تیری صبح جلد نمودار ہو جائے۔ لیکن صبح تجھ سے زیادہ محبوب نہیں ہو سکتی)

کأن الثریا علقت فی مصامها بأمراس کتان إلی صم جندل

(ایسا لگتا ہے کہ ثریا کو چٹان کے ساتھ بٹی ہوئی رسیوں سے باندھ دیا ہے)

معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی اشعار کو پڑھ کر دقیقی نے ذیل کے اشعار کہے تھے[۱]

شبی پیش کردم چگونہ شبی ہمی شبِ داج تاریکتر

(میرے سامنے ایک رات ہے جو تاریک ترین راتوں سے بھی زیادہ تاریک ہے)

درنگی کہ گفتم کہ پروین ہمی نخواہد شد از تارکم زاستر

(وہ اتنی دراز ہے کہ کاٹے نہیں کٹتی۔ شاید ثریا میرے سر پر سے نہیں ٹلے گا)

(۱۱) عاشق کی حالت بوقتِ وصال و فراق

باب الحماسہ میں ایک شاعر کی یہ نظم ہے[۲]:۔

ومانی الارض أشقی من محبٍ وإن وجد الهوی حلو المذاق

(دنیا میں کوئی شخص عاشقِ زار سے زیادہ بدنصیب نہیں ہے اگرچہ اُسے محبت میں عجیب لطف آتا ہے)

تراه باکیا فی کل وقتٍ مخافة فرقة او اشتیاق

(تو اسے ہر وقت روتا ہوا پاتا ہے۔ اُسے جدائی کا خوف ہے اور آتشِ شوق بھی ہے)

پچھلے صفحہ سے آگے

متنبی کے اس شعر نے کئی نحویوں کو پریشان کر دیا ہے۔ انوری کہتا ہے:۔

پی سپیدہ دم شب غذلان بدخواہت چنانکہ تا بصبح حشر میگوید احادام سداس

(دشمن کی بدنصیب رات کی صبح کبھی نمودار نہ ہو وہ روزِ قیامت تک احادام سداس کہتا رہے

یعنی کیا یہ ایک رات ہے یا کئی راتوں کا مجموعہ ہے۔؟

انوری کا دیوان اس قسم کے اقتباسات سے بھرا پڑا ہے۔

۱؎ المعجم: ص۲۵۵۔

۲؎ دیوان الحماسۃ لابی تمام تصحیح فلوگل ص۵۸۸۔

فیبکی ان نأوا شوقا الیہم ویبکی ان دنوا خوف الفراق

(اگر محبوب دور ہو جائے تو وہ زار زار روتا ہے اور اگر قرب حاصل ہو تو فراق کے ڈر سے آنسو بہاتا ہے)

فتسخن عینہ عند التنائی وتسخن عینہ عند التلاق

(اس کی آنکھ ہجر میں ٹھنڈی نہیں رہ سکتی اور ملاقات کے وقت بھی غمگین رہتی ہے)

اس خیال کو ایرانی شعرا نے مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے مثلاً عنصری کہتا ہے[1]:-

ہجر او ز امید وصل او بوشیرین چو وصل وصل او از بیم ہجرش تلخ چون ہجران بود

(اس نے ہجر اور فراق میں وصال کی امید کی وجہ سے وہی لطف ہے جو کہ وصال میں ہے۔ اور اس سے وصال ہونے میں وہی تلخی محسوس ہوتی ہے جو جدائی کے خوف کی وجہ سے ہے)

قطران کہتا ہے[2]:-

نہیب ہجر او دارد مرا د وصل او غمگین امید وصل او دارد مرا در ہجر او شادان

(وصال کے وقت ہجر کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور مجھے غمگین کر دیتا ہے۔ اُس کے فراق میں وصال کی امید سے خوشی پیدا ہوتی ہے)۔

بہاؤالدین مرغنانی (وفات ۵۲۷ھ) کہتا ہے[3]:-

عمرم بسر رسید و ندیدم امید آنکہ بینم رسیدہ مدت ہجران تو بسر

(میری عمر تمام ہوئی لیکن تیری جدائی کا خاتمہ نصیب نہ ہوا)

شادان مباد از خبر وصل تو دلم گر با غم فراق تو دارم ز خود خبر

(میرا دل خدا کرے تیرے وصال کی خبر سے خوش نہ ہونے پائے۔ گرچہ میرے ہوش و حواس اپنی جگہ ہوں باوجودیکہ تیرا دردِ فراق ہو۔)

---

[1] دیوان

[2] دیوان ص۱۲۶ب

[3] مجمع الفصحا - چاپ تہران ص۱۷۲

(۱۱۱)
آہِ عاشقاں

اگر عشق بے اثر ثابت ہو اور عاشق کی سعی پیہم کے باوجود محبوب سنگدل رہے تو عاشق اپنی ناامیدی کی وجہ سے آہ بھرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے (معشوق کو) بھی کسی ظالم کی محبت نصیب ہو اور جو تجھ سا ہی سنگ دل ہو تاکہ تجھے معلوم ہو کہ راہِ عشق میں کیا کیا مشکلات درپیش ہیں۔ ذیل میں ایک طالبی شاعر ابن جعفر کے اشعار ہیں جن میں یہ تذکرہ ہے[1]۔

ولمّا بدالی انّہا لا تودنی　　　　وانّ ہواہا لیس عنی بمنجلی

تمنیت ان تہوی سوای لعلہا　　　　تذوق صبابات الھوی فتق لی

(جب یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے اور اس کی محبت میرے دل سے نہیں بھلائی جا سکتی تو میری بھی یہ تمنا رہی ہے کہ اللہ کرے وہ دردِ عشق سے آشنا ہو۔ اور شاید میرے حال پر نرمی دکھائے)

اس اقتباس سے ملے جلے ربیعہ بنت کعب کے اشعار ہیں جن میں جذبۂ خلوص کی گہرائی اور گیرائی ہے اور پروفیسر آر۔ اے۔ نکلسن کو بہت پسند ہیں[2]۔ ربیعہ کا تعلق ایک عرب قبیلے سے تھا اور وہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں کی ماہر تھی اس وجہ سے اُس نے غالباً ابن جعفر کے مذکور بالا اقتباس سے متاثر ہو کر کہا ہے[3]۔

---

[1] العمدۃ جلد ۲ ص ۱۰۱ اور المثل السائر ص ۴۷۸۔

اس شاعر کا پورا نام یہ ہے علی بن عبد اللہ بن جعفر بن ابراھیم بن علی بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ العمدۃ میں باقی ماندہ اشعار مندرج ہیں۔ ان اشعار سے معلوم ہوا کہ شاعر کی محبوبہ کو کسی نوجوان لڑکے سے محبت ہوگئی جو واقعی سنگدل تھا وہ اشعار یہ ہیں۔

فما کان الا عن قلیل وأشغفت　　　　بحب غزال ادعج الطرف اکحل

وعذّ بہا حتی أذاب فؤادہا　　　　وذوّقہا طعم الھوی والتذلل

فقلت لہا ھذا بہذا فاطرقت　　　　حیاء وقالت کل من عاب ابتلی

[2] Studies in Islamic Poetry ص ۱۹۔ فارسی اشعار کے لئے ملاحظہ کیجئے لباب جلد ۲ ص ۳۳ سطر ۱۹۔
(باقی اگلے صفحہ پر)

دعوتِ من بر تو آن شد کہ ایزدت عاشق کناد　　بر یکی سنگین دلی نامہربان چون خویشتن
تا بدانی درد عشق و داغ مہر و غمخواری　　تا بہجر اندر بپیچی و بدانی قدر من

یہ میری آہ ہے تیرے خلاف۔ خدا کرے تجھے بھی ایسے ہی نامہربان اور سخت دل والے سے پالا پڑے اور تجھے محبت میں ایسا چرکا لگے کہ تو دیوانگی میں پیچ و بل کھاتا رہے۔ تاکہ تجھے میری محبت کی قدر معلوم ہو۔

ان مختلف ہمدوش اقتباسات سے قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ فارسی شاعری کس حد تک عربی سے متاثر ہوئی۔ ہم نے مانا کہ بیشتر اقتباسات قدیم زمانہ جاہلیت سے تعلق نہیں رکھتے لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ زمانہ محدثین بھی قدما کی شاعری کی ایک مربوط کڑی ہے اور اس زمانہ کی شاعری نے فارسی شاعری کی ارتقاء میں زبردست ہاتھ بٹایا ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو نہ صرف آگے بڑھنے کی راہ ملی ہے بلکہ مواد بھی ملا ہے۔

(مسلسل)

پچھلے صفحہ سے آگے

لے دراصل اس کا قصیدہ (لباب جلد ۲ ص ۹۲) اس شعر سے شروع ہوتا ہے: - مرا بعشق ہمی متہم کنی بحیل - اور وہ ابن معتز کے اشعار کی یاد کر دیتا ہے۔ خصوصاً آخری مصرعہ جو عربی میں ہے۔ "فمن تکبر یوماً بعد عز ذل"۔ اس سے ابن جعفر کا آخری مصراع ہم آہنگ ہے۔

رودکی کا حسب ذیل شعر جو کسی بڑی نظم کا ہونا چاہیئے۔ اسی خیال کو اس طرح ادا کرتا ہے:

بتو باز گردد غم عاشقی　　نگارا مکن این ہمہ زشتیاد

(غم عشق میں تو بھی مبتلا رہ - اور اے دوست! میرے کپڑے نہ نکال۔)